www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

سید ابوالاعلیٰ مودودی

آغازِ وحی سے ہجرت تک

یہ مقالہ اپنے عنوان سے ظاہر ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ نبوت کے ابتدائی ۱۳ برس کی تاریخ جو مکہ میں دعوت و اصلاح کی اسلامی تحریک کے ارتقاء کا ایک مکمل نقشہ پیش کرتا ہے جسے آج کی زبان میں "تاریخِ انسانیت کے ایک عظیم انقلاب" سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ یہی وہ دورِ عزیمت و استقلال تھا جس نے دنیائے انسانیت کے سامنے کٹھن سے کٹھن حالات میں حق پر [illegible] اور ہمیشہ کے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں اور جو ہمیشہ حق کی راہوں پر چلنے والوں کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

دعوتِ اسلامی کا یہ ابتدائی دور یہی بتاتا ہے کہ کسی تحریک کو جو اعلیٰ نصب العین، بلند اخلاق اور عمدہ ترین نظریات پر علمی برتری حاصل ہوتی ہے لیکن وہ اپنی اہمیت اسی لیے نہیں کھو دیتی کہ اس کا پیغام کسی خاص طبقہ تک محدود نہیں ہوتا بلکہ اس کا اصل مقصد فرد و معاشرہ کی قوتوں کی تکمیل ہوتی ہے جو عمل پیہم کا موجب بنتی ہیں۔ اس میں علم و معرفت کی اہمیت اسی اعتبار سے ہوتی ہے کہ وہ حق و باطل کے راستوں کی نشاندہی اور باطل سے نفرت کا سبب بنتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء کا ان علاقوں میں مبعوث ہونا ضروری نہیں تھا جو علم و فکر کا مرکز ہوں اور نہ ہی انبیاء کی دعوت میں صرف صاحبِ علم و فضل لوگ ہی شریک ہوتے ہیں [illegible] کہ انبیاء [illegible] کی بدولت عام انسانوں سے ممتاز ہوتے ہیں جس کی وجہ سے صرف وہی مطاع قرار پاتے ہیں لیکن تبلیغ و دعوت کے میدان میں وہ عام لوگوں کی طرح مشکلات سے دوچار ہوتے ہیں اور اعلیٰ فطرت انسان کی حیثیت سے اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہیں مگر نبوت کے ساتھ ان کی بشریت نظرانداز کر دی جائے تو پھر ان کا دوسروں کے لیے قابلِ اتباع اور نمونہ بننے کا کوئی معنی نہیں رہتا۔

یہ مقالہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مدظلہ العالی کی تحریروں کی تلخیص ہے۔ اور موجودہ شکل میں ادارہ محدث نے مرتب کیا ہے۔ (ادارہ)

تاریکیوں میں بھٹکنے والی انسانیت کی رہنمائی اور ہدایت کے لیے اللہ نے اپنے ایک برگزیدہ بندے کو منتخب فرمایا اور اسے انسانیت کا امام مقرر کیا۔ یہ ذمہ داری آپ کو یکایک سونپی گئی اور

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

آپؐ اس کے کسی درجہ میں خواہشمند نہ تھے۔ یہ انتخابِ خداوندی تھا کہ آپؐ کو نبوت سے سرفراز کیا گیا اور ایک عالمگیر دعوت کی ذمہ داریاں آپ کو سونپ دی گئیں۔ آپؐ کے حاشیۂ خیال میں بھی اس کا ارادہ یا خواہش تو درکنار، اس کی توقع تک کبھی نہ گزری تھی، بس یکایک راہ چلتے انہیں کھینچ بلا لیا گیا اور نبی بنا کر وہ حیرت انگیز کام ان سے لیا گیا جس کا کوئی نقش آپؐ کی سابق زندگی میں نظر نہیں آتا۔ مکہ کے لوگ کو جانتے تھے کہ غارِ حرا سے جس روز آپ نبوت کا پیغام لے کر اترے اس سے ایک دن پہلے تک آپؐ کی زندگی کیا تھی، آپؐ کے مشاغل کیا تھے، آپ کی بات چیت کیا تھی، آپؐ کی بات چیت کے موضوعات کیا تھے آپؐ کی دلچسپیاں اور سرگرمیاں کس نوعیت کی تھیں۔ یہ پوری زندگی صداقت، دیانت، امانت اور پاک بازی سے لبریز ضرور تھی، اس میں انتہائی شرافت، امن پسندی، پاسِ عہد، ادائے حقوق اور خدمتِ خلق کا رنگ بھی غیر معمولی شان کے ساتھ نمایاں تھا۔ مگر اس میں کوئی چیز ایسی موجود نہ تھی جس کی بنا پر کسی کے وہم و گمان میں بھی یہ خیال گزر سکتا ہو کہ یہ نیک بندہ کل نبوت کا دعوٰی لے کر اٹھنے والا ہے۔ آپؐ سے قریب ترین ربط و ضبط رکھنے والوں میں آپؐ کے رشتہ داروں اور ہمسایوں اور دوستوں میں کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ آپؐ پہلے سے نبی بننے کی تیاری کر رہے تھے۔ کسی نے ان مضامین اور مسائل اور موضوعات کے متعلق کبھی ایک حرف تک آپؐ کی زبان سے نہ سنا جو غارِ حرا کی اس انقلابی ساعت کے بعد یکایک آپؐ کی زبان پر جاری ہونے شروع ہو گئے۔ کسی نے آپ کو وہ مخصوص زبان اور وہ الفاظ اور اصطلاحات استعمال کرتے نہ سنا تھا جو اچانک قرآنِ پاک کی صورت میں لوگ آپؐ سے سننے لگے۔ کبھی آپ وعظ کہنے کھڑے نہ ہوئے تھے، کبھی کوئی دعوت اور تحریک لے کر نہ اٹھے تھے، بلکہ کبھی آپؐ کی سرگرمی سے یہ گمان تک نہ ہو سکتا تھا کہ آپؐ اجتماعی مسائل کے حل یا مذہبی اصلاح یا اخلاقی اصلاح کے لیے کوئی کام کرنے کی فکر میں ہیں اس انقلابی ساعت سے ایک دن پہلے تک آپؐ کی زندگی ایک ایسے تاجر کی زندگی نظر آتی تھی جو سیدھے سادھے جائز طریقوں سے اپنی روزی کماتا ہے، اپنے بال بچوں کے ساتھ خوش رہتا ہے۔ مہمانوں کی تواضع اور غریبوں کی مدد اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کرتا ہے اور کبھی کبھی عبادت کرنے کے لیے خلوت میں جا بیٹھتا ہے ایسے شخص کا ایک عالمگیر زلزلہ ڈال دینے والی خطابت کے ساتھ اٹھنا، ایک انقلاب انگیز دعوت شروع کر دینا، ایک نرالا لٹریچر پیدا کر دینا، ایک مستقل فلسفۂ حیات اور نظامِ فکر و اخلاق و تمدن لے کر سامنے آ جانا اتنا بڑا تغیر ہے جو انسانی نفسیات کے لحاظ سے کسی بناوٹ اور تیاری اور ارادی کوشش کے نتیجہ میں قطعاً رونما نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ ایسی ہر کوشش اور تیاری بہرحال تدریجی ارتقاء کے مراحل سے گزرتی ہے اور یہ مراحل ان لوگوں سے کبھی مخفی نہیں رہ سکتے جن کے درمیان آدمی شب و روز زندگی گزارتا ہو۔ اگر آنحضرت

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ان مراحل سے گزری ہوتی تو مکہ میں سینکڑوں زبانیں یہ کہنے والی ہوتیں کہ ہم نہ کہتے تھے کہ یہ شخص ایک بڑا دعویٰ لے کر اٹھنے والا ہے لیکن تاریخ شاہد ہے کہ کفارِ مکہ نے آپؐ پہ ہر طرح کے اعتراضات کیے مگر یہ اعتراض کرنے والا ان میں کوئی ایک بھی نہ تھا۔

اُتر کر حرا سے سوئے قوم آیا

پھر یہ بات کہ آپؐ خود بھی نبوت کے خواہشمند، یا اس کے لیے متوقع اور منتظر نہ تھے بلکہ پوری بے خبری کی حالت میں اچانک آپؐ کو اس معاملہ سے سابقہ پڑا، اس کا ثبوت اس واقعہ سے ملتا ہے جو احادیث میں آغازِ وحی کی کیفیت کے متعلق منقول ہوا ہے۔ جبریلؑ سے پہلی ملاقات اور سورۂ علق کی ابتدائی آیات کے نزول کے بعد آپؐ غارِ حرا سے کانپتے اور لرزتے ہوئے گھر پہنچتے ہیں، گھر والوں سے کہتے ہیں کہ "مجھے اڑھاؤ۔ مجھے اڑھاؤ۔" کچھ دیر کے بعد جب خوف زدگی کی کیفیت دُور ہوتی ہے تو اپنی رفیقِ زندگی کو سارا ماجرا سنا کر کہتے ہیں کہ "مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔" وہ فوراً جواب دیتی ہیں "ہرگز نہیں۔ آپؐ کو اللہ کبھی رنج میں نہ ڈالے گا۔ آپ تو قرابت داروں کے حق ادا کرتے ہیں، بے بس کو سہارا دیتے ہیں، بے زر کی دستگیری کرتے ہیں۔ مہمانوں کی تواضع کرتے ہیں۔ ہر کارِ خیر میں مدد کے لیے تیار رہتے ہیں۔" پھر وہ آپؐ کو لے کر ورقہ بن نوفل کے پاس جاتی ہیں جو ان کے چچا زاد بھائی اور اہلِ کتاب میں سے ایک ذی علم اور راستباز آدمی تھے۔ وہ آپؐ سے سارا واقعہ سننے کے بعد بلا تامل کہتے ہیں کہ "یہ جو آپؐ کے پاس آیا تھا۔ وحی ناموس (کارِ خاص پہ مامور فرشتہ) ہے جو موسیٰؑ کے پاس آیا تھا۔ کاش میں جوان ہوتا اور اس وقت تک زندہ رہتا جب آپ کی قوم آپ کو نکال دے گی۔" آپؐ پوچھتے ہیں "کیا یہ لوگ مجھے نکال دیں گے؟" وہ جواب دیتے ہیں "ہاں، کوئی شخص ایسا نہیں گذرا کہ وہ چیز لے کر آیا ہو، جو آپ لے کر آئے ہیں اور لوگ اس کے دشمن نہ ہو گئے ہوں۔"

یہ پورا واقعہ اس حالت کی تصویر پیش کر دیتا ہے جو بالکل فطری طور پہ یکایک خلافِ توقع ایک انتہائی غیر معمولی تجربہ پیش آجانے سے کسی سیدھے سادھے انسان پہ طاری ہو سکتی ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے سے نبی بننے کی فکر میں ہوتے، اپنے متعلق یہ سوچ رہے ہوتے کہ مجھ جیسے آدمی کو نبی ہونا چاہیئے اور اس انتظار میں مراقبے کر کر کے اپنے ذہن پہ زور ڈال رہے ہوتے کہ کب کوئی فرشتہ آتا ہے اور میرے پاس پیغام لاتا ہے تو غارِ حرا والا معاملہ پیش آتے ہی آپؐ خوشی سے اچھل پڑتے اور بڑے دم دعوٰی کے ساتھ پہاڑ سے اُتر کر سیدھے اپنی قوم کے پاس پہنچتے اور اپنی نبوّت کا اعلان کر دیتے۔ لیکن اس کے برعکس یہاں حالت یہ ہے کہ جو کچھ دیکھا تھا اس پہ ششدر رہ جاتے ہیں۔ کانپتے اور لرزتے گھر پہنچتے ہیں۔ لحاف اوڑھ کر لیٹ جاتے ہیں۔ ذرا دل ٹھہرتا ہے تو چپکے سے بیوی کو بتاتے ہیں کہ آج غار کی تنہائی میں مجھ پہ یہ حادثہ

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

گذرا ہے، مجھے اپنی جان کی خیر نظر نہیں آتی۔ یہ کیفیت نبوّت کے کسی امیدوار کی کیفیت سے کس قدر مختلف ہے؟ پھر بیوی سے بڑھ کر شوہر کی زندگی، اس کے حالات اور اس کے خیالات کو کون جان سکتا ہے، اگر ان کے تجربے میں پہلے سے یہ بات آئی ہوتی کہ میاں نبوّت کے امیدوار ہیں اور ہر وقت فرشتے کے آنے کا انتظار کر رہے ہیں، تو ان کا جواب ہرگز وہ نہ ہوتا۔ جو حضرت خدیجہؓ نے دیا۔ وہ کہتیں "میاں گھبراتے کیوں ہو، جس چیز کی مدت سے تمنا تھی وہ مل گئی، چلو اب پیری کی دکان چمکاؤ، میں بھی نذرانے سنبھالنے کی تیاری کرتی ہوں" مگر وہ پندرہ برس کی رفاقت میں آپؐ کی زندگی کا جو رنگ دیکھ چکی تھیں اس کی بنا پر انھیں یہ بات سمجھنے میں ایک لمحہ کی بھی دیر نہ لگی کہ ایسے نیک اور بے لوث انسان کے پاس شیطان نہیں آسکتا نہ اللہ اس کو بُری آزمائش میں ڈال سکتا ہے، اس نے جو کچھ دیکھا ہے وہ سراسر حقیقت ہے۔

اور یہی معاملہ ورقہ بن نوفل کا بھی ہے۔ وہ کوئی باہر کے آدمی نہ تھے بلکہ حضور کی اپنی برادری کے آدمی تھے اور قریب کے رشتے سے برادرِ نسبتی تھے۔ پھر ایک ذی علم عیسائی ہونے کی حیثیت سے نبوّت اور کتاب اور وحی کو بناوٹ اور تصنّع سے تمیز کر سکتے تھے۔ عمر میں بڑے ہونے کی وجہ سے آپؐ کی پوری زندگی بچپن سے اس وقت تک ان کے سامنے تھی۔ انھوں نے بھی آپؐ کی زبان سے حِرا کی سرگذشت سنی تو فوراً کہہ دیا کہ یہ آنے والا یقیناً وہی فرشتہ ہے جو موسیٰؑ پر وحی لاتا تھا کیونکہ یہاں بھی وہی صورت پیش آئی تھی جو حضرت موسیٰؑ کے ساتھ پیش آئی تھی کہ ایک انتہائی پاکیزہ سیرت کا سیدھا سادا انسان بالکل خالی الذہن ہے۔ نبوّت کی فکر میں رہنا تو درکنار، اس کے حصول کا تصوّر بھی اس کے حاشیۂ خیال میں کبھی نہیں آیا ہے اور اچانک وہ پورے ہوش و حواس کی حالت میں علانیہ اس تجربے سے دوچار ہوتا ہے۔ اسی چیز نے ان کو دو اور دو چار کی طرح بلا ادنیٰ تامّل اس نتیجہ تک پہنچا دیا کہ یہاں کوئی فریبِ نفس یا کوئی شیطانی کرشمہ نہیں ہے، بلکہ اس سچّے انسان نے اپنے کسی ارادے اور خواہش کے بغیر جو کچھ دیکھا ہے وہ دراصل حقیقت ہی کا مشاہدہ ہے۔

یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کی نبوّت کا ایک ایسا بیّن ثبوت ہے کہ ایک حقیقت پسند انسان مشکل ہی سے اس کا انکار کر سکتا ہے۔ اسی لیے قرآن میں متعدد مقامات پہ اسے دلیلِ نبوّت کے طور پر پیش کیا گیا ہے، مثلاً سورۂ یونسؑ میں فرمایا ہے:

"اے نبیؐ ان سے کہو کہ اگر اللہ نے یہ نہ چاہا ہوتا تو میں کبھی یہ قرآن تمہیں نہ سناتا۔ بلکہ اس کی خبر تک تم کو نہ دیتا۔ آخر میں اس سے پہلے ایک عمر تمہارے درمیان گزار چکا ہوں، کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے۔"
(رکوع-۲)

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

اور سورۂ شوریٰ میں فرمایا:

"اے نبیؐ تم جانتے تک نہ تھے کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے مگر ہم نے اس وحی کو ایک نور بنا دیا جس سے ہم رہنمائی کرتے ہیں۔ اپنے بندوں میں سے جس کی چاہتے ہیں۔"

آغازِ دعوت جب آیت "وانذر عشیرتك الاقربین" نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے اپنے دادا کی اولاد کو خطاب فرمایا اور ایک ایک کو پکار کر صاف صاف کہہ دیا کہ یا بنی عبدالمطلب، یا عباس، یا صفیۃ عمۃ رسول اللہ، یا فاطمۃ بنت محمدؐ، انقذوا انفسکم من النار فانی لا املك لکم من اللہ شیئًا فسلوا من مالی ما شئتم۔

اے بنی عبدالمطلب، اے عباس، اے صفیہ رسول اللہ کی پھوپھی، اے فاطمہ محمدؐ کی بیٹی تم لوگ آگ کے عذاب سے اپنے آپ کو بچانے کی فکر کرلو، میں خدا کی پکڑ سے تم کو نہیں بچا سکتا۔ البتہ میرے مال میں سے تم لوگ جو چاہو مانگ سکتے ہو۔

پھر آپؐ نے صبح سویرے صفا کے سب سے اونچے مقام پر کھڑے ہو کر پکارا "یا صباحاہ (ہائے صبح کا خطرہ) اے قریش کے لوگو، اے بنی کعب بن لؤی، اے بنی مرہ، اے آلِ قصی، اے بنی عبدِ مناف، اے بنی عبدالشمس، اے بنی ہاشم، اے آلِ عبدالمطلب" اس طرح قریش کے ایک ایک قبیلے اور خاندان کا نام لے لے کر آپ نے آواز دی۔

عرب میں قاعدہ تھا کہ جب صبح تڑکے کسی اچانک حملے کا خطرہ ہوتا تو جس شخص کو بھی اس کا پتہ چل جاتا وہ اسی طرح پکارنا شروع کرتا اور لوگ اس کی آواز سنتے ہی ہر طرف سے دوڑ پڑتے۔ چنانچہ حضورؐ کی اس آواز پر سب لوگ گھروں سے نکل آئے اور جو خود نہ آسکا، اس نے اپنی طرف سے کسی کو خبر لانے کے لیے بھیج دیا۔ جب سب لوگ جمع ہوگئے تو آپؐ نے فرمایا "لوگو، اگر میں تمہیں بتاؤں کہ اس پہاڑ کے دوسری طرف ایک بھاری لشکر ہے جو تم پر ٹوٹ پڑنا چاہتا ہے تو تم میری بات سچ مانو گے؟" سب نے کہا ہاں، ہمارے تجربے میں تم جھوٹ بولنے والے نہیں ہو۔" آپؐ نے فرمایا "اچھا تو میں خدا کا سخت عذاب آنے سے پہلے تم کو خبردار کرتا ہوں۔ اپنی جانوں کو اس کی پکڑ سے بچانے کی فکر کرو، میں خدا کے مقابلے میں تمہارے کسی کام نہیں آسکتا۔ قیامت میں میرے رشتہ دار صرف متقی ہوں گے۔ ایسا نہ ہو کہ دوسرے لوگ نیک اعمال لے کر آئیں اور تم لوگ دنیا کا وبال سر پر اٹھائے ہوئے آؤ۔ اس وقت تم پکارو گے یا محمدؐ، مگر میں مجبور رہوں گا کہ تمہاری طرف سے منہ پھیر لوں۔ البتہ دنیا میں میرا اور تمہارا خون کا رشتہ ہے۔ اور یہاں میں تمہارے ساتھ ہر طرح کی صلہ رحمی کروں گا۔"

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

مکی زندگی کے اہم دور

پہلا دور: آغازِ بعثت سے لے کر اعلانِ نبوت تک تقریباً تین سال، جس میں دعوت خفیہ طریقہ سے خاص خاص آدمیوں کو دی جا رہی تھی اور عام اہلِ مکہ کو اس کا علم نہ تھا۔

دوسرا دور: اعلانِ نبوت سے لے کر ظلم وستم اور فتنہ کے آغاز تک تقریباً دو سال جس میں پہلے مخالفت شروع ہوئی، پھر تضحیک، استہزاء، الزامات، سب وشتم جھوٹے پروپیگنڈا اور مخالفانہ جتھہ بندی تک نوبت پہنچی اور بالآخر ان مسلمانوں پر زیادتیاں شروع ہو گئیں، جو نسبتاً زیادہ غریب اور بے یار و مددگار تھے۔

تیسرا دور: آغازِ فتنہ (۵ھ نبوی) سے لے کر ابوطالب اور حضرت خدیجہؓ کی وفات (۱۰ھ نبوی) تک تقریباً ۵، ۶ سال، اس میں مخالفت انتہائی شدت اختیار کرتی چلی گئی۔ بہت سے مسلمان کفارِ مکہ کے ظلم وستم سے تنگ آ کر حبش کی طرف ہجرت کر گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے خاندان اور باقی ماندہ مسلمانوں کا معاشی اور معاشرتی مقاطعہ کیا گیا اور اپنے حامیوں اور ساتھیوں سمیت شعبِ ابی طالب میں محصور کر دیے گئے۔

چوتھا دور: ۱۰ھ نبوی سے لے کر ۱۳ھ نبوی تک تقریباً ۳ سال۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھیوں کے لیے انتہائی سختی اور مصیبت کا زمانہ تھا۔ مکہ میں آپؐ کے لیے زندگی دوبھر کر دی گئی تھی۔ طائف گئے تو وہاں بھی پناہ نہ ملی۔ حج کے موقعہ پر عرب کے ایک ایک قبیلے سے آپؐ اپیل کرتے رہے کہ وہ آپؐ کی دعوت قبول کرے اور آپؐ کا ساتھ دے مگر ہر طرف سے کورا جواب ہی ملتا رہا، ادھر اہلِ مکہ بار بار یہ مشورہ کرتے رہے کہ آپؐ کو قتل کر دیں یا قید کر دیں یا اپنی بستی سے نکال دیں۔ آخر کار اللہ کے فضل سے انصار کے دل آپؐ کے لیے کھل گئے اور ان کی دعوت پر آپؐ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

ہجرتِ حبشہ

قریش کے سردار جب تضحیک، استہزا، اطماع، تخویف اور جھوٹے الزامات کی تشہیر سے تحریکِ اسلامی کو دبانے میں ناکام ہو گئے تو انہوں نے ظلم وستم، مار پیٹ اور معاشی دباؤ کے ہتھیار استعمال کرنے شروع کر دیئے۔ ہر قبیلے کے لوگوں نے اپنے اپنے قبیلے کے نو مسلموں کو طرح طرح سے ستا کر، قید کر کے، بھوک پیاس کی تکلیفیں دے دے کر حتیٰ کہ سخت جسمانی اذیتیں دے کر انہیں اسلام چھوڑنے پر مجبور کرنے کی کوشش کی۔ اس سلسلے میں خصوصیت کے ساتھ غریب لوگ اور وہ غلام اور موالی جو قریش والوں سے زیردست کی حیثیت رکھتے تھے بُری طرح پیسے گئے، مثلاً

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

بلالؓ، عامر بن فہیرہؓ، ام عبیسؓ، زنیرہؓ، عمار بن یاسرؓ اور ان کے والدین وغیرہم۔ ان لوگوں کو مار مار کر ادھ موا کر دیا جاتا، بھوکا پیاسا بند رکھا جاتا، مکہ کی تپتی ریت پر، چلچلاتی دھوپ میں لٹا دیا جاتا اور سینے پر بھاری پتھر رکھ کر گھنٹوں تڑپایا جاتا۔ جو لوگ پیشہ ور تھے۔ ان سے کام لیا جاتا اور اجرت ادا کرنے میں پریشان کیا جاتا۔ چنانچہ صحیحین میں حضرت خبابؓ بن ارت کی یہ روایت موجود ہے کہ:

"میں مکے میں لوہار کا کام کرتا تھا۔ مجھ سے عاص بن وائل نے کام لیا، پھر جب میں اس سے اجرت لینے گیا تو اس نے کہا کہ میں تیری اجرت نہ دوں گا جب تک تو محمدؐ کا انکار نہ کرے"

اسی طرح جو لوگ تجارت کرتے تھے ان کے کاروبار کو برباد کرنے کی کوششیں کی جاتیں اور جو معاشرے میں کچھ عزت کا مقام رکھتے تھے انھیں ہر طریقے سے ذلیل و رسوا کیا جاتا۔ اسی زمانے کا حال بیان کرتے ہوئے حضرت خبابؓ کہتے ہیں کہ ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبے کے سائے میں تشریف فرما تھے۔ میں نے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا "یا رسول اللہ اب تو ظلم کی حد ہو گئی ہے آپؐ خدا سے دعا نہیں فرماتے؟" یہ سن کر آپؐ کا چہرہ تمتما اٹھا اور آپؐ نے فرمایا "تم سے پہلے جو اہل ایمان تھے ان پر اس سے زیادہ مظالم ہو چکے ہیں۔ ان کی ہڈیوں پر لوہے کی کنگھیاں گھسی جاتی تھیں۔ ان کے سروں پر رکھ کر آرے چلائے جاتے تھے، پھر بھی وہ اپنے دین سے نہ پھرتے تھے۔ یقین جانو کہ اللہ اس کام کو پورا کر کے رہے گا یہاں تک کہ وہ وقت آئے گا کہ ایک آدمی صنعا سے حضرموت تک بے کھٹکے سفر کرے گا اور اللہ کے سوا اس کو کسی کا خوف نہ ہوگا۔ مگر تم لوگ جلد بازی کرتے ہو" (بخاری)

یہ حالات جب ناقابلِ برداشت حد کو پہنچ گئے تو (جب ۴۵ عام الفیل ۵ نبوی) حضورؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ "اچھا ہو کہ تم لوگ نکل کر حبش چلے جاؤ۔ وہاں ایک ایسا بادشاہ ہے جس کے ہاں کسی پر ظلم نہیں ہوتا اور وہ بھلائی کی سرزمین ہے۔ جب تک اللہ تمہاری اس مصیبت کو رفع کرنے کی کوئی صورت پیدا کرے، تم لوگ وہاں ٹھہرے رہو"

اس ارشاد کی بنا پر پہلے گیارہ مردوں اور چار خواتین نے حبش کی راہ لی۔ قریش کے لوگوں نے ساحل تک ان کا پیچھا کیا مگر خوش قسمتی سے شعیبیہ کی بندرگاہ پر ان کو بر وقت کشتی مل گئی اور وہ گرفتار ہونے سے بچ گئے۔

پھر چند مہینوں کے اندر مزید لوگوں نے ہجرت کی یہاں تک کہ ۸۳ مرد، گیارہ عورتیں اور ۷ غیر قریشی مسلمان حبش میں جمع ہو گئے اور مکے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف ۴۰ آدمی رہ گئے۔

ردِ عمل اس ہجرت سے مکے کے گھر گھر میں کہرام مچ گیا۔ کیونکہ قریش کے بڑے اور چھوٹے خاندانوں

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

میں سے کوئی ایسا نہ تھا جس کے چشم و چراغ ان مہاجرین میں شامل نہ ہوں، کسی کا بیٹا گیا تو کسی کا داماد، کسی کی بیٹی گئی تو کسی کا بھائی اور کسی کی بہن۔ ابوجہل کے بھائی سلمہ بن ہشام اس کے چچا زاد بھائی ہشام بن ابی حذیفہ اور عیاش بن ابی ربیعہ، اور اس کی چچا زاد بہن حضرت ام سلمیٰ، ابوسفیان کی بیٹی ام حبیبہ، عتبہ کے بیٹے اور ہندۂ جگر خور کے سگے بھائی ابوحذیفہ، سہیل بن عمرو کی بیٹی سہلہ اور اسی طرح دوسرے سرداران قریش اور مشہور دشمنان اسلام کے اپنے جگر گوشے دین کی خاطر گھر بار چھوڑ کر نکل کھڑے ہوئے تھے۔ اسی لیے کوئی گھر نہ تھا جو اس واقعہ سے متاثر نہ ہوا ہو۔ بعض لوگ اس کی وجہ سے اسلام دشمنی میں اور سخت ہو گئے اور بعض کے دلوں میں اس کا ایسا اثر ہوا کہ آخر کار وہ مسلمان ہو کر رہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کی اسلام دشمنی پر سب سے پہلی چوٹ اسی واقعہ سے لگی۔ ان کی ایک قریبی عزیزہ لیلیٰ بنت ابی حثمہ بیان کرتی ہیں کہ میں ہجرت کے لیے سامان باندھ رہی تھی اور میرے شوہر عامر بن ربیعہ کام سے باہر گئے ہوئے تھے اتنے میں عمرؓ آئے اور میری مشغولیت دیکھتے رہے، کچھ دیر کے بعد کہنے لگے "عبداللہ کی ماں جا رہی ہو؟" میں نے کہا "ہاں! خدا کی قسم تم لوگوں نے ہمیں بہت ستایا ہے۔ خدا کی زمین بڑی کھلی پڑی ہے۔ اب ہم کسی ایسی جگہ چلے جائیں گے جہاں خدا ہمیں چین دے۔" یہ سن کر عمرؓ کے چہرے پر رقت کے ایسے آثار طاری ہوئے جو میں نے کبھی ان پر نہ دیکھے تھے اور بس یہ کہہ کر نکل گئے کہ "خدا تمہارے ساتھ ہو۔"

ہجرت کے بعد قریش کے سردار سر جوڑ کر بیٹھے اور انہوں نے عبداللہ بن ابی ربیعہ (ابوجہل کے ماں جائے بھائی) اور عمرو بن العاص کو بہت سے قیمتی تحائف کے ساتھ حبش بھیجا تاکہ یہ لوگ کسی نہ کسی طرح نجاشی کو اس بات پر راضی کریں کہ وہ ان مہاجرین کو مکہ واپس بھیج دے۔ ام المومنین حضرت ام سلمیٰؓ نے (جو خود مہاجرین حبشہ میں شامل تھیں) یہ واقعہ بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ قریش کے یہ دونوں ماہر سیاسیات سفیر ہمارے تعاقب میں حبش پہنچے۔ پہلے انہوں نے نجاشی کے اعیان سلطنت میں خوب ہدیے تقسیم کیے۔ سب کو اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ مہاجرین مکہ کو واپس کرنے کے لیے نجاشی پر بالاتفاق زور دیں گے۔ پھر نجاشی سے ملے اور اسے بیش قیمت نذرانے دینے کے بعد کہا کہ "ہمارے شہر کے چند نادان لونڈے بھاگ کر آپ کے ہاں آ گئے ہیں اور قوم کے اشراف نے ہمیں آپ کے پاس ان کی واپسی کی درخواست کرنے کے لیے بھیجا ہے یہ لڑکے ہمارے دین سے نکل گئے ہیں اور آپ کے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے ہیں بلکہ انہوں نے ایک نرالا دین نکال لیا ہے۔" ان کا کلام ختم ہوتے ہی دربار ہر طرف سے بولنے لگے کہ ایسے لوگوں کو ضرور واپس کر دینا چاہیئے ان کی قوم کے لوگ زیادہ جانتے ہیں کہ ان میں عیب کیا ہے انہیں رکھنا ٹھیک نہیں ہے۔ مگر نجاشی نے بگڑ کر کہا کہ "اس طرح تو میں انہیں حوالے

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

نہیں کروں گا جن لوگوں نے دوسرے ملکوں کو چھوڑ کر میرے ملک پر اعتماد کیا اور یہاں پناہ لینے کے لیے آئے ان سے بے وفائی نہیں کر سکتا۔ پہلے میں انھیں بلا کر تحقیق کروں گا کہ یہ لوگ ان کے بارے میں جو کچھ کہتے ہیں اس کی حقیقت کیا ہے۔" چنانچہ نجاشی نے اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دربار میں بلا بھیجا۔

نجاشی کے دربار میں

نجاشی کا پیغام پا کر سب مہاجرین یکجا ہوئے اور انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ بادشاہ کے سامنے کیا کہنا ہے۔ آخر سب نے بالاتفاق یہ فیصلہ کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تعلیم ہمیں دی ہے ہم تو وہی بے کم و کاست پیش کریں گے۔ خواہ نجاشی ہمیں نکال دے یا رکھے۔ دربار میں پہنچے تو چھوٹتے ہی نجاشی نے سوال کیا "تم لوگوں نے کیا کیا کہ اپنی قوم کا دین بھی چھوڑا اور میرے دین میں بھی داخل نہ ہوئے نہ دنیا کے دوسرے ادیان ہی میں سے کسی کو اختیار کیا؟ آخر یہ تمہارا اپنا دین ہے کیا؟" اس پر مہاجرین کی طرف سے جعفرؓ بن ابی طالب نے ایک برجستہ تقریر کی جس میں عرب کی دینی، اخلاقی و معاشرتی خرابیوں کو بیان کیا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ذکر کر کے بتایا کہ آپ کیا تعلیمات پیش فرماتے ہیں، پھر ان مظالم کا ذکر کیا جو آنحضورؐ کی پیروی کرنے والوں پر قریش کے لوگ ڈھا رہے تھے اور اپنا کلام اس بات پر ختم کیا کہ دوسرے ملکوں کی بجائے ہم نے آپ کے ملک کا رخ اس امید پر کیا ہے کہ یہاں ہم پر ظلم نہ ہوگا۔"

نجاشی نے تقریر سن کر کہا کہ ذرا مجھے وہ کلام سناؤ، جو تم کہتے ہو کہ خدا کی طرف سے تمہارے نبی پر اترا ہے۔ حضرت جعفرؓ نے جواب میں سورہ مریم کا وہ ابتدائی حصہ سنایا جو حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام سے متعلق ہے۔ نجاشی اس کو سنتا رہا اور روتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کی داڑھی تر ہوگئی۔ جب حضرت جعفرؓ نے تلاوت ختم کی تو اس نے کہا "یقیناً یہ کلام اور جو کچھ عیسیٰ علیہ السلام لائے تھے دونوں ایک ہی سرچشمے سے نکلے ہیں۔ خدا کی قسم میں تمہیں ان لوگوں کے حوالے نہیں کروں گا۔"

دوسرے روز عمرو بن العاص نے نجاشی سے کہا کہ ذرا ان لوگوں کو بلا کر یہ تو پوچھیے کہ عیسیٰ بن مریمؑ کے بارے میں ان کا عقیدہ کیا ہے، یہ لوگ ان کے متعلق ایک بڑی بات کہتے ہیں۔ نجاشی نے پھر مہاجرین کو بلا بھیجا۔ مہاجرین کو پہلے عمرو کی چال کا علم ہو چکا تھا۔ انھوں نے جمع ہو کر پھر مشورہ کیا کہ اگر نجاشی نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں سوال کیا تو کیا جواب دوگے؟ موقع بڑا نازک تھا اور سب پریشان تھے مگر پھر بھی اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فیصلہ کیا کہ جو کچھ ہونا ہے ہو جائے ہم تو وہی بات کہیں گے جو اللہ نے فرمائی اور اللہ کے رسول نے سکھائی۔ چنانچہ جب یہ لوگ دربار میں گئے تو نجاشی نے عمرو بن العاص کا پیش کردہ سوال ان

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

کے سامنے دوہرایا تو جعفر بن ابی طالب نے اٹھ کر بلا تامل کہا کہ "هو عبد الله و رسوله و روحه و کلمته القاها الیٰ مریم العذراء البتول" "وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کی طرف سے ایک روح اور ایک کلمہ ہیں جسے اللہ نے کنواری مریم پر القا کیا"۔ نجاشی نے سُن کر ایک تنکا زمین سے اٹھایا اور کہا "خدا کی قسم جو کچھ تم کہتے ہو عیسیٰؑ اس سے ایک تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں تھے"۔ اس کے بعد نجاشی نے قریش کے بھیجے ہوئے تمام ہدیے یہ کہہ کر واپس کر دیئے کہ میں رشوت نہیں لیتا اور مہاجرین سے کہا کہ تم بالکل اطمینان سے رہو۔

ترکِ وطن سنّتِ محبوبِ الٰہیؐ ہے

مخالفینِ دعوت کی طرف سے مزاحمت پوری شدّت اختیار کر چکی ہے۔ وہ نبی اور پیروانِ نبی کو اپنے درمیان برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں ان سے اب یہ امید باقی نہیں رہی ہے کہ تفہیم و تلقین سے راہِ راست پر آجائیں گے اب انھیں انجام سے خبردار کرنے کا موقع آگیا ہے جو نبیؐ کو آخری اور قطعی طور پر رد کر دینے کی صورت میں انھیں لازماً دیکھنا ہوگا۔

اس انجام کا آغاز ہجرت سے ہوا جس میں نبیؐ نے اس زمین کو چھوڑ دیا، جو دعوتِ حق کے لیے بنجر ہو گئی تھی اور پھر آٹھ سال بعد اس میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے۔

مکّی دور کے آخری تین چار سالوں میں یثرب میں اسلام کی شعاعیں مسلسل پہنچ رہی تھیں اور وہاں کے لوگ متعدد وجوہ سے عرب کے دوسرے قبیلوں کی بہ نسبت زیادہ آسانی کے ساتھ اس روشنی کو قبول کرتے جا رہے تھے۔ آخر کار نبوّت کے بارہویں سال حج کے موقع پر ۷۵ نفوس کا ایک وفد نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم سے رات کی تاریکی میں ملا اور اس نے نہ صرف یہ کہ اسلام قبول کیا بلکہ آپؐ اور آپؐ کے پیرووں کو اپنے شہر میں جگہ دینے پر بھی آمادگی ظاہر کی۔ یہ اسلام کی تاریخ میں ایک انقلابی موقع تھا، جسے خدا نے اپنی عنایت سے فراہم کیا اور نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ہاتھ بڑھا کر پکڑ لیا۔ اہلِ یثرب نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کو محض ایک پناہ گزین کی حیثیت سے نہیں بلکہ خدا کے نائب اور اپنے امام و فرمانروا کی حیثیت سے بُلا رہے تھے اور اسلام کے پیرؤوں کو ان کا بُلاوا اس لیے نہ تھا کہ وہ ایک اجنبی سرزمین میں محض مہاجر ہونے کی حیثیت سے جگہ پالیں بلکہ مقصد یہ تھا کہ عرب کے مختلف قبائل اور خطّوں میں جو مسلمان منتشر ہیں۔ وہ یثرب میں جمع ہو کر اور یثربی مسلمانوں سے مل کر ایک منظم معاشرہ بنالیں۔ اس طرح یثرب نے دراصل خود اپنے آپ کو مدینۃ الاسلام کی حیثیت سے پیش کیا اور نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اسے قبول کر کے عرب میں پہلا دار السلام بنالیا۔

عرب کو چیلنج

اس پیش کش کے معنی جو کچھ تھے اس سے اہلِ مدینہ ناواقف نہ تھے۔ اس کے صاف معنی

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

یہ تھے کہ ایک چھوٹا سا قصبہ اپنے آپ کو پورے ملک کی تلواروں اور معاشی و تمدنی بائیکاٹ کے مقابلہ میں پیش کر رہا تھا۔ چنانچہ بیعتِ عقبہ کے موقع پر رات کی اس مجلس میں اسلام کے ان مددگاروں (انصار) نے اس نتیجہ کو خوب اچھی طرح جان بوجھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ دیا تھا۔ عین اس وقت جب کہ بیعت ہو رہی تھی یثربی وفد کے ایک نوجوان رکن اسعد بن زرارہؓ نے جو پورے وفد میں سب سے کم سن شخص تھا اٹھ کر کہا:

ٹھہرو اے اہل یثرب! ہم لوگ ان کے پاس آئے ہیں تو یہ سمجھتے ہوئے آئے ہیں کہ یہ اللہ کے رسول ہیں اور انھیں یہاں سے نکال کر لے جانا تمام عرب سے دشمنی مول لینا ہے اس کے نتیجہ میں تمہارے نونہال قتل ہوں گے اور تلواریں تم پر برسیں گی لہٰذا اگر تم اس کو برداشت کرنے کی طاقت اپنے اندر پاتے ہو تو ان کا ہاتھ پکڑو اور اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور اگر تمہیں اپنی جانیں عزیز ہیں تو پھر چھوڑ دو اور صاف صاف عذر کر دو۔ کیونکہ اس وقت عذر کر دینا خدا کے نزدیک زیادہ قابلِ قبول ہو سکتا ہے۔"

اسی بات کو وفد کے ایک دوسرے شخص عباس بن عبادہ بن نَضْلَہ نے دہرایا:

"جانتے ہو اس شخص سے کس چیز پر بیعت کر رہے ہو؟" (آوازیں، "ہاں ہم جانتے ہیں") "تم اس کے ہاتھ پر بیعت کر کے دنیا بھر سے لڑائی مول لے رہے ہو۔ پس اگر تمہارا خیال یہ ہو کہ جب تمہارا مال تباہی کے اور تمہارے اشراف ہلاکت کے خطرے میں پڑ جائیں تو تم اسے دشمنوں کے حوالے کر دو گے تو بہتر ہے آج ہی اسے چھوڑ دو۔ کیونکہ خدا کی قسم یہ دنیا اور آخرت کی رسوائی ہے اور اگر تمہارا ارادہ یہ ہے کہ جو بلاوا تم اس شخص کو دے رہے ہو اس کو اپنے اموال کی تباہی اور اپنے اشراف کی ہلاکت کے باوجود نباہ سکو گے تو بیشک اس کا ہاتھ تھام لو کہ خدا کی قسم یہ دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے۔"

اس پر تمام وفد نے بالاتفاق کہا (ترجمہ) "ہم اسے لے کر اپنے اموال کی تباہی اور اپنے اشراف کو ہلاکت میں ڈالنے کے لیے تیار ہیں۔" تب وہ مشہور بیعت واقع ہوئی جسے تاریخ میں بیعتِ عقبہ ثانیہ کہتے ہیں۔

قریش کے لیے ہجرت کے نتائج

دوسری طرف اہلِ مکہ کے لیے یہ معاملہ جو معنی رکھتا تھا۔ وہ بھی کسی سے پوشیدہ نہ تھا۔ دراصل اس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جن کی زبردست شخصیت اور غیر معمولی قابلیت سے قریش کے لوگ واقف ہو چکے تھے، ایک ٹھکانا میسر آرہا تھا اور ان کی قیادت و رہنمائی میں پیروانِ اسلام کو جن کی عزیمت و استقامت اور فدائیت کو بھی قریش ایک حد تک آزما چکے تھے، ایک منظم جتھے کی صورت میں جمع ہوئے جاتے تھے۔ یہ پرانے نظام کے لیے موت کا پیغام تھا۔ نیز مدینہ جیسے مقام پر مسلمانوں کی اس طاقت کو مجتمع ہوتے دیکھ کر قریش کو مزید خطرہ یہ تھا کہ یمن سے

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

شام کی طرف جو تجارتی شاہراہ ساحلِ بحرِ احمر کے کنارے کنارے جاتی تھی اور جس کے محفوظ رہنے پر قریش اور دوسرے بڑے بڑے مشرک قبائل کی معاشی زندگی کا انحصار تھا وہ مسلمانوں کی زد میں آجاتی تھی اور اس شہ رگ پر ہاتھ ڈال کر مسلمان نظامِ جاہلی کی زندگی دشوار کر سکتے تھے۔ صرف اہلِ مکّہ کی وہ تجارت جو اس شاہ راہ کے بل پر چلتی تھی، ڈھائی لاکھ اشرفی سالانہ تک پہنچتی تھی۔ طائف اور دوسرے مقامات کی تجارت اس کے ماسوا تھی۔ قریش ان نتائج کو خوب سمجھتے تھے۔ جس رات بیعتِ عقبہ واقع ہوئی اسی رات اس معاملہ کی بھنک اہلِ مکّہ کے کانوں میں پڑی اور پڑتے ہی کھلبلی مچ گئی۔ پہلے تو انہوں نے اہلِ مدینہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے توڑنے کی کوشش کی۔ پھر جب مسلمان ایک ایک دو دو کرکے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے لگے تو قریش کو یقین ہو گیا کہ اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہاں منتقل ہو جائیں گے۔ اور وہ اس خطرے کو روکنے کے لیے آخری چارۂ کار اختیار کرنے پر آمادہ ہو گئے۔

قتل کا منصوبہ

یہ اس موقعے کا ذکر ہے جب کہ قریش کا یہ اندیشہ یقین کی حد کو پہنچ چکا تھا کہ اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی مدینے چلے جائیں گے۔ اس وقت وہ آپس میں کہنے لگے کہ اگر یہ شخص مکّہ سے نکل گیا تو پھر خطرہ ہمارے قابو سے باہر ہو جائے گا۔ چنانچہ انھوں نے آپؐ کے معاملہ میں آخری فیصلہ کرنے کے لیے دارالنّدوہ میں تمام رؤسائے قوم کا ایک اجتماع کیا اور اس پر باہم مشاورت کی کہ اس خطرے کا سدِ باب کس طرح کیا جائے۔ ایک فریق کی رائے یہ تھی کہ اس شخص کو بیڑیاں پہنا کر ایک جگہ قید کر دیا جائے اور جیتے جی رہا نہ کیا جائے، لیکن اس رائے کو قبول نہ کیا گیا کیونکہ کہنے والوں نے کہا کہ اگر ہم نے اسے قید کر دیا تو اس کے ساتھی قید خانے سے باہر ہوں گے وہ برابر اپنا کام کرتے رہیں گے اور جب ذرا بھی قوّت پکڑ لیں گے تو اسے چھڑانے کے لیے جان کی بازی لگانے میں بھی دریغ نہیں کریں گے۔ دوسرے فریق کی رائے یہ تھی کہ اسے اپنے ہاں سے نکال دو پھر جب یہ ہمارے درمیان نہ رہے تو ہمیں اس سے کچھ بحث نہیں کہ کہاں رہتا ہے اور کیا کرتا ہے بہر حال اس کے وجود سے ہمارے نظامِ زندگی میں خلل پڑنا تو بند ہو جائے گا۔ لیکن اسے بھی یہ کہہ کر رد کر دیا گیا کہ یہ شخص جادو بیان آدمی ہے۔ دلوں کو موہ لینے میں اسے بلا کا کمال حاصل ہے اگر یہ یہاں سے نکل گیا تو نا معلوم عرب کے کن قبیلوں کو اپنا پیرو بنا لے گا اور پھر کتنی قوّت حاصل کر کے قلبِ عرب کو اپنے اقتدار میں لانے کے لیے حملہ آور ہو گا۔ آخر کار ابو جہل نے یہ رائے پیش کی کہ ہم اپنے تمام قبیلوں میں سے ایک ایک عالی نسب تیز دست جوان منتخب کریں اور یہ سب مل کر یکبارگی محمدؐ پر ٹوٹ پڑیں اور اسے قتل کر دیں۔ اس طرح محمدؐ کا خون تمام قبیلوں پر تقسیم ہو جائے گا اور بنی عبد مناف کے لیے ناممکن ہو جائے

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

گا۔ کہ یہ سب سے لڑ سکیں۔ اس لیے مجبوراً خوں بہا پر فیصلہ کرنے کے لیے راضی ہو جائیں گے۔ اس رائے کو سب نے پسند کیا۔ قتل کے لیے آدمی بھی نامزد ہو گئے اور قتل کا وقت بھی مقرر کر دیا گیا۔ حتیٰ کہ جو رات اس کام کے لیے تجویز کی گئی تھی اس میں ٹھیک وقت پر قاتلوں کا گروہ اپنی ڈیوٹی پر پہنچ بھی گیا لیکن ......

ہجرت

آپؐ عین اس وقت رات کو، جو قتل کے لیے مقرر کی گئی تھی، مکہ سے نکل کر مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔ مسلمانوں کی بڑی تعداد دو دو چار چار کر کے پہلے ہی مدینہ جا چکی تھی۔ مکہ میں صرف وہی مسلمان رہ گئے تھے جو بالکل بے بس تھے یا جو صرف دل میں ایمان چھپائے ہوئے تھے اور ان پہ کوئی بھروسہ نہ کیا جا سکتا تھا۔ اس حالت میں جب آپؐ کو معلوم ہوا کہ آپ کو قتل کرنے کا فیصلہ ہو چکا ہے تو آپؐ صرف ایک رفیق حضرت ابوبکرؓ کو ساتھ لے کر مکہ سے نکلے اور اس خیال سے کہ آپؐ کا تعاقب ضرور کیا جائے گا۔ آپؐ نے مدینہ کی راہ چھوڑ کر جو شمال کی جانب تھی، جنوب کی راہ اختیار کی۔ یہاں تین دن تک آپؐ غارِ ثور میں چھپے رہے۔ خون کے پیاسے دشمن آپؐ کو ہر طرف ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔ اطرافِ مکہ کی وادیوں کا کوئی گوشہ انھوں نے نہ چھوڑا جہاں آپؐ کو تلاش نہ کیا ہو۔ اسی سلسلہ میں ایک مرتبہ ان میں سے چند لوگ عین اس غار کے دہانے پر بھی پہنچ گئے جس میں آپؐ چھپے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کو سخت خوف لاحق ہوا کہ اگر ان لوگوں میں سے کسی نے ذرا آگے بڑھ کر جھانک لیا تو وہ ہمیں دیکھ لے گا۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اطمینان میں ذرا فرق نہ آیا اور آپؐ نے ابوبکرؓ کو یہ کہہ کر تسکین دی کہ "غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے"۔

ہجرت مسلمانوں کا شعار ہے اور خداوند تعالیٰ کی جانب سے اپنے ماننے والوں کی صداقت اور عزم و ہمت جانچنے کا طریقہ۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ہجرت فرمائی تو سب مسلمان آہستہ آہستہ مکہ چھوڑ کر مدینہ آ گئے۔ اس مرحلہ پہ مومنین کو جس سخت آزمائش سے گذرنا پڑا اور اس آزمائش سے جس جرأت و ہمت سے وہ گذر گئے وہ تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔

جس ظلم کے ساتھ یہ لوگ نکالے گئے اس کا اندازہ کرنے کے لیے ذیل کے چند واقعات ملاحظہ ہوں:

حضرت صہیبؓ رومی جب ہجرت کرنے لگے تو کفارِ قریش نے ان سے کہا کہ تم یہاں خالی ہاتھ آئے تھے اور اب خوب مالدار ہو گئے ہو۔ تم جانا چاہو تو خالی ہاتھ ہی جا سکتے ہو، اپنا مال نہیں لے جا سکتے۔ حالانکہ انھوں نے جو کچھ کمایا تھا اپنے ہاتھ کی محنت سے کمایا تھا۔ کسی کا دیا نہیں کھاتے تھے۔ آخر وہ غریب دامن جھاڑ کر کھڑے ہو گئے اور سب کچھ ظالموں کے حوالے کر کے اس حال میں مدینے پہنچے کہ تن کے کپڑوں کے سوا ان کے پاس کچھ نہ تھا۔

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

حضرت اُمّ سلمہؓ اور ان کے شوہر ابو سلمہؓ اپنے دودھ پیتے بچے کو لے کر ہجرت کے لیے نکلے۔ بنی مغیرہ (ام سلمہ کے خاندان) نے راستہ روک لیا اور ابو سلمہ سے کہا کہ تمہارا جہاں جی چاہے پھرتے رہو مگر ہماری لڑکی کو لے کر نہیں جا سکتے۔ مجبوراً بیچارے بیوی کو چھوڑ کر چلے گئے۔ پھر بنی عبدالاسد (ابو سلمہؓ کے خاندان والے) آگے بڑھے اور انہوں نے کہا کہ بچّہ ہمارے قبیلہ کا ہے، اسے ہمارے حوالے کرو۔ اس طرح بچّہ بھی ماں اور باپ دونوں سے چھین لیا گیا۔ تقریباً ایک سال تک حضرت اُم سلمہؓ بچّے اور شوہر کے غم میں تڑپتی رہیں اور آخر بڑی مصیبت سے بچے کو حاصل کر کے مکّہ سے اس حال میں نکلیں کہ اکیلی عورت گود میں بچّہ لیے اونٹ پر سوار تھی اور ان راستوں پر جا رہی تھی جن سے مسلّح قافلے بھی گذرتے ہوئے ڈرتے تھے۔

عیاشؓ بن ربیعہؓ ابو جہل کے ماں جائے بھائی تھے۔ حضرت عمرؓ کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ پہنچ گئے۔ پیچھے پیچھے ابو جہل اپنے ایک بھائی کو ساتھ لے کر جا پہنچا اور بات بنائی کہ امّاں جان نے قسم کھالی ہے کہ جب تک عیاش کی شکل نہ دیکھ لوں گی نہ دھوپ سے سائے میں جاؤں گی اور نہ سر میں کنگھی کروں گی۔ اس لیے تم بس چل کر انھیں صورت دکھا دو پھر واپس آجانا۔ وہ بیچارے ماں کی محبت میں ساتھ ہو لیے راستے میں دونوں بھائیوں نے ان کو قید کر لیا اور مکّے میں انھیں لے کر اس طرح داخل ہوئے کہ وہ رسیوں میں جکڑے ہوئے تھے اور دونوں بھائی پکارتے جا رہے تھے کہ "اے اہل مکہ! اپنے ان نالائق لونڈوں کو یوں سیدھا کرو، جس طرح ہم نے کیا ہے۔" کافی مدت یہ بیچارے قید رہے اور آخر کار ایک جانباز مسلمان انھیں نکال لانے میں کامیاب ہوا۔

مسلمانوں کا یہ عمل اس بے مثال اخلاقی تربیت کا براہِ راست نتیجہ تھا جو مکّی زندگی کے پورے دور میں قرآن کی راہنمائی میں نبی کریمؐ نے ان کو دی۔ ان کو بتایا گیا تھا کہ ہجرت کرنے میں فکرِ جان کی طرح فکر روزگار سے بھی پریشان نہ ہونا چاہیے۔ آخر یہ بے شمار چرند پرند اور آبی حیوانات جو تمہاری آنکھوں کے سامنے ہوا، خشکی اور پانی میں پھر رہے ہیں، ان میں سے کون اپنا رزق اٹھائے پھرتا ہے، اللہ ہی تو ان سب کو پال رہا ہے۔ جہاں جاتے ہو اللہ کے فضل سے کسی نہ کسی طرح رزق مل ہی جاتا ہے۔ لہٰذا تم یہ سوچ کر ہمت نہ ہارو کہ اگر ایمان کی خاطر گھر بار چھوڑ کر نکل گئے تو کھائیں گے کہاں سے۔ اللہ جہاں سے اپنی بے شمار مخلوق کو رزق دے رہا ہے، تمہیں بھی دے گا۔ ٹھیک یہی بات ہے جو سیّدنا مسیح علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے فرمائی تھی۔ انھوں نے فرمایا:

"کوئی آدمی دو مالکوں کی خدمت نہیں کر سکتا کیونکہ یا تو ایک سے عداوت رکھے گا اور دوسرے سے محبّت یا ایک سے ملا رہے گا اور دوسرے کو ناچیز جانے گا۔ تم خدا اور دولت دونوں کی خدمت

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

نہیں کر سکتے۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ اپنی جان کی فکر نہ کرنا کہ ہم کیا کھائیں گے یا کیا پئیں گے اور نہ اپنے بدن کی کہ کیا پہنیں گے۔ کیا جان، خوراک سے اور بدن، پوشاک سے بڑھ کر نہیں ؟"

ایک با مقصد اشاعتی ادارہ

قرآن مجید اور احادیث نبویہ پر علمی اور دینی کتب طباعت و اشاعت کے اعلیٰ معیار کے ساتھ مندرجہ ذیل فکر انگیز کتب آپ کے لیے پیش کر رہا ہے!

اشاریہ تفسیر ماجدی : تفسیر ماجدی کے جملہ مضامین، الفاظ و معانی اور اسماء و اماکن کا مکمل انڈکس روپے ۱

لغات القرآن (پارہ اول) اپنی نوعیت کی پہلی لغت جو حروف تہجی کے بجائے قرآن کریم کی آیات کی ترتیب کے مطابق مرتب کی گئی ہے ۔۔۔۔ ۸/۵۰

اللہ کے احکام : قرآن مجید کے ۴۰ امر اور ۴۰ نہی بچوں کی آسان زبان میں ہر امر اور ہر نہی کے لیے ایک صفحہ، ہر صفحہ کا نیا عنوان ۔۔۔۔ ۳/-

طبِ نبوی ﷺ : صحت، حفظانِ صحت اور معالجات نبویہ پر ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا منفرد مجموعہ، طبِ نبوی کے ۱۸۰ عنوان اس کی ہمہ گیری کی دلیل ہیں ۔۔۔۔ ۶/-

اربعین نووی : حضرت امام نووی کی منتخب اربعین مع ترجمہ حل لغات اور خلاصہ مطالب ۳/-

جائزہ مدارسِ عربیہ مغربی پاکستان

مدارس عربیہ اسلامیہ کے بارہ میں برصغیر پاک و ہند میں شائع ہونے والی پہلی ضخیم کتاب اس انسائیکلوپیڈیا کے بغیر کوئی لائبریری مکمل نہیں سکتی۔ چند جلدیں رہ گئی ہیں فروخت باقی ہیں، ۸۰۰ صفحات کی مجلد کتاب کا ہدیہ صرف ۲۵/-

تذکرہ مصنفین درسِ نظامی : اس کتاب میں درس نظامی کے ہر مصنف، مؤلف، مترجم محشی اور شارح کے حالات، علمی مقام، درس نظامی اور اس کے مرتب شہیر کے حالات موجود ہیں ۔۔۔۔ ۷/-

مینیجر، مسلم اکادمی ۱۸/۲۹ محمد نگر لاہور ۵

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ